مسلم ریاست میں غیر مسلموں کو ملازمت کی آزادی: ایک تجزیاتی مطالعہ

FREEDOM OF EMPLOYMENT FOR NON- MUSLIMS IN THE MUSLIM STATE: AN ANALYTICAL STUDY

ڈاکٹر منزہ حیات*

Abstract:
Islam has taught to maintain good relations with non-Muslims and pay their payments irrespective of differences of faith. The real thing in relations with non-Muslims is peace, not war. The Qur'an says that no one can force anyone to accept Islam. One issue is whether non-Muslims will have the right to a key position or jobs in a Muslim state. Those who consider Islam to be a religion revealed by God Almighty can only run a Muslim state sincerely. On the contrary, those who do not believe in Islamic teaching and don't consider it a religion revealed by God will not correctly run a Muslim state. Therefore, they are not suitable for its key positions. This paper argues that apart from the key positions, there is equal opportunities must be granted to the non-Muslims for employment and it is responsibility of a Muslim State to create freedom to work for non-Muslims.
Keywords: Muslim State, Non-Muslims, Freedom of Employment.

اسلام نے غیر مسلموں سے ایمان و عقیدہ کے اختلاف کے باوجود ان سے تعلقات قائم رکھنے اور ان کے حقوق ادا کرنے کی تعلیم دی ہے۔ جو لوگ اسلام کو اللہ تعالیٰ کا نازل کردہ دین سمجھتے ہیں اور اس کی صداقت پر ایمان رکھتے ہیں وہی اس دین کی بنیاد پر قائم ہونے والی ریاست کا نظم و نسق مخلص ہو کر چلا سکتے ہیں۔ اس کے برعکس جن لوگوں کو اسلام کی صداقت پر شک ہو اور جو اسے خدا کا نازل کردہ دین نہ سمجھتے ہوں وہ مسلم ریاست چلانے کے اہل نہیں ہو سکتے اور نہ ہی وہ اس کے کلیدی مناصب کے لیے مناسب ہوں گے۔ بعض اذہان میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ غیر مسلموں کو مسلم ریاست میں کوئی کلیدی عہدہ یا ملازمت کا حق ہو گا کہ نہیں؟ زیر نظر مقالہ میں اس پر بات کی گئی ہے کہ غیر مسلموں کو بھی مسلم ریاست میں ملازمت کرنے کی آزادی ہے۔ اس کے لیے جن آیات سے استدلال کیا جاتا ہے ان میں سے ایک مندرجہ ذیل ہے:

{يَآ أَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا بِطَانَةً مِّنْ دُوْنِكُمْ لَا يَأْلُوْنَكُمْ خَبَالًا وَدُّوْا مَا عَنِتُّمْ قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَآءُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ وَمَا تُخْفِيْ صُدُوْرُهُمْ اَكْبَرُ قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ

* ایسوسی ایٹ پروفیسر، شعبہ علوم اسلامیہ، بہاءالدین زکریا یونیورسٹی، ملتان

الْاٰیٰتِ اِنْ کُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ}[1]

(اے ایمان والو اپنے لوگوں کے سوا دوسروں کو رازدار مت بناؤ وہ تمہارے بگاڑ میں کوتاہی نہیں کرتے وہ اس چیز سے خوش ہوتے ہیں جس سے تمہیں نقصان پہنچے ان کے منہ سے بغض و عداوت ظاہر ہے اور جو کچھ ان کے سینوں میں ہے وہ اس سے بھی زیادہ ہے ہم نے تم پر اپنی آیات واضح کر دی ہیں اگر تم عقل سے کام لو۔)

بطانہ کا مادہ بطن ہے 'بطانۃ الثوب' کپڑے کے اندرونی حصہ کو کہا جاتا ہے اس کی ضد 'ظہارۃ الثوب' ہے۔ابن جریر طبری (م ۳۱۰ھ) اس لفظ کی تشریح یوں کرتے ہیں:

"انما جعل البطانۃ مثلا لخلیل الرجل فشبهه بما ولی بطنه من ثیابه لحلوله منه فی اطلاعه علی اسراره و ما یطویه عن اباعده و کثیر من اقاربه محل ما ولی جسده من ثیابه"[2]

(آدمی کے خاص دوست کو بطور مثال بطانہ قرار دیا گیا ہے اس میں اسے ان کپڑوں سے تشبیہ دی گئی ہے جو آدمی کے جسم سے لگے رہتے ہیں اس لیے کہ اس طرح کا دوست آدمی کے اسرار و رموز سے اور ان چیزوں سے جنہیں وہ غیروں سے اور بہت سے اپنے عزیزوں سے بھی پوشیدہ رکھتا ہے، واقف ہوتا ہے اسے وہ مقام حاصل ہوتا ہے جو مقام آدمی کے ان کپڑوں کا ہوتا ہے جو اس کے جسم سے لگے ہوتے ہیں۔)

ابو نصر اسماعیل الجوہری (م ۳۹۹ھ) کے مطابق اس کے معنی کپڑے کا بیرونی حصہ ہیں کوئی آدمی جن خاص لوگوں پر اعتماد کرتا ہے انہیں 'بطانۃ الرجل' کہا جاتا ہے۔[3] امام راغب اصفہانی (م ۵۰۲ھ) کے مطابق:

"البطانۃ خلاف الظهارۃ ....وتستعار البطانۃ لمن تختصه بالاطلاع علی باطن امرک"[4]

درج بالا آیات میں ان غیر مسلموں کا ذکر ہے جو منافقین کے ساتھ اندرونی طور پر رابطہ میں تھے خاص طور پر یہودی قبائل مدینہ کے اطراف میں موجود تھے۔ مسلمانوں کے ان کے ساتھ پرانے تعلقات تھے، آپس میں لین دین اور معاہدے تھے۔ منافقین خود مسلمانوں میں گھلے ملے ہوئے تھے۔ قرآن کریم نے ان دونوں گروہوں کے عزائم سے مسلمانوں کو آگاہ کر دیا اور بتایا کہ ان کی دشمنی پوشیدہ نہیں بلکہ ان کے عمل سے ظاہر ہے۔ تمہاری کامیابی سے وہ غمزدہ ہوتے ہیں اور ناکامی پر خوش ہوتے ہیں اس لیے انہیں اپنا خیر خواہ سمجھنا درست نہیں ہے۔ درج بالا آیت خصوصی حالات کے تحت ہے لیکن جب حالات اس سے مختلف ہوں وہاں قرآن کریم میں غیر مسلموں سے بہتر تعلقات کا حکم دیا گیا ہے۔ جب سورۃ الممتحنہ کے آغاز میں مسلمانوں کو اسلام کے دشمنوں کو اپنا ولی نہ بنانے کا

حکم دیا گیا ہے تو وہیں اُسی سورۃ میں وہ غیر مسلم جو مسلمانوں کو نقصان نہیں پہنچاتے، غیر جانب دار رہتے ہیں ان سے حسن سلوک کا حکم دیا ہے۔ قرآن کریم میں ارشاد ہوا :

{ لَا یَنْھٰکُمُ اللّٰہُ عَنِ الَّذِیْنَ لَمْ یُقَاتِلُوْکُمْ فِی الدِّیْنِ وَلَمْ یُخْرِجُوْکُمْ مِّنْ دِیَارِکُمْ اَنْ تَبَرُّوْھُمْ وَتُقْسِطُوْٓا اِلَیْھِمْ ۔اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْمُقْسِطِیْنَ۔ اِنَّمَا یَنْھٰکُمُ اللّٰہُ عَنِ الَّذِیْنَ قٰتَلُوْکُمْ فِی الدِّیْنِ وَاَخْرَجُوْکُمْ مِّنْ دِیَارِکُمْ وَظٰھَرُوْا عَلٰٓی اِخْرَاجِکُمْ اَنْ تَوَلَّوْھُمْ وَمَنْ یَّتَوَلَّھُمْ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الظّٰلِمُوْنَ } [5]

(اللہ تمہیں منع نہیں کرتا ان لوگوں کے ساتھ حسن سلوک اور عدل وانصاف اور احسان کا رویہ اختیار کرنے سے جنہوں نے تم سے دین کی وجہ سے جنگ نہیں کی اور تمہیں تمہارے گھروں سے نہیں نکالا، اللہ تو ان لوگوں کے ساتھ مودت کے تعلقات سے منع کرتا ہے جنہوں نے تم سے دین کی وجہ سے جنگ کی اور تمہیں تمہارے گھروں سے نکالا اور تمہیں گھروں سے نکالنے میں مدد کی کہ تم ان کو اپنا ولی اور دوست نہ بناؤ جو انہیں اپنا دوست بنائیں گے وہی ظالم ہیں۔)

یہ آیات واضح کرتی ہیں کہ اسلام صرف ایسے لوگوں سے خبردار رہنے کا حکم دیتا ہے جو مسلمانوں کو ختم کرنے کے درپے ہوں۔ جو غیر مسلم اس کے برعکس مسلمانوں سے صلح جوئی کا رویہ اختیار کریں اسلام ان سے حسن سلوک کی تلقین کرتا ہے۔ بوقت ضرورت ان کی خدمات حاصل کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں جیسا کہ ایک دفعہ حضرت سلمان فارسی حضور کے پاس آئے وہ ایرانی نژاد ہونے کی وجہ سے عربی زبان میں روانی سے گفتگو نہیں کر سکتے تھے تو تاریخ کی کتب میں درج ہے کہ

''طلب النبی ﷺ ترجمانا و کان فی المدینۃ یھودی عارفا بالعربی و الفارسی''[6]

(حضور ﷺ نے ایک یہودی کو ترجمان کے طور پر مدینہ میں تلاش کیا جو عربی اور فارسی زبان سے واقف تھا۔)

امام محمد بن حسن شیبانی(م ۱۸۹ھ)[7] کی روایت ہے کہ حضرت عمر فاروق نے حضرت سعد بن ابی وقاص کو لکھا کہ مشرکین میں سے کسی کو کاتب (منشی) مقرر نہ کرو کہ وہ مسلمانوں کے معاملات لکھے۔ اس لیے کہ وہ اپنے مذہبی کاموں میں رشوت لیتے ہیں اور ہمارے دین میں رشوت جائز نہیں۔ امام محمد فرماتے ہیں اسے مد نظر رکھتے ہوئے سربراہ مملکت کے لیے غیر مسلم کو کاتب مقرر کرنا ناجائز ہے۔[8] گویا حضرت عمر نے غیر مسلم کو کاتب کا عہدہ نہ دینے کی وجہ بتا دی کہ وہ رشوت خور ہیں۔ اس وقت تک مسلمان اس برائی سے پاک تھے لیکن اس سے عمومی استدلال کرنا درست نہیں کہ اسلامی ریاست میں غیر مسلم کو کوئی منصب نہیں دیا جا سکتا۔ غیر مسلم اگر امانتدار اور قابل بھروسہ ہو تو معروضی حالات کی روشنی میں اسے ذمہ داری سونپی جا سکتی ہے۔ چنانچہ مدینہ منورہ

میں جو غیر مسلم رہتے تھے ان سے بھی ریاست کے امور میں کام لیا جاتا تھا اس ضمن میں سفر ہجرت میں عبداللہ بن اریقط[9] سے دلیل راہ اور عمرو بن امیہ ضمری[10] سے سفارت کا کام لینا اسی کی اہم مثالیں ہیں۔[11] اسلامی معاشرہ بنیادی حقوق کے ساتھ ساتھ دیگر شہری حقوق کے حوالہ سے بلا تفریق تمام شہری برابر کی حیثیت رکھتے ہیں۔تاہم سیاسی نظام کے حوالہ سے غیر مسلموں کا نقطہ نظر مسلم نقطہ نظر سے مختلف ہے۔اس لیے غیر مسلم اسلام پر ایمان نہ رکھنے کی بنیاد پر ان اصولوں سے وفاداری کی بنیادی شرط پوری نہیں کرتے جن پر ریاست کا پورا نظام حکومت قائم ہے۔اور نہ وہ ان اصولوں کے عملی نفاذ کے لیے مسلمانوں کی طرح مقتدر اعلیٰ کے ساتھ کسی عہد کے پابند ہوتے ہیں۔لہٰذا مسلم معاشرہ میں وہ سربراہ مملکت کے عہدہ اور ایسے تمام کلیدی مناصب کی ذمہ داریوں کے لیے اہل قرار نہیں پاتے جن کا تعلق پالیسیوں کی تشکیل سے ہو،البتہ وہ ان پالیسیوں کے نفاذ کی ذمہ دار شعبوں میں اعلیٰ آسامیوں پر فائز کیے جا سکتے ہیں۔

الماوردی(م ۳۶۴ھ)[12] نے الاحکام السطانیہ میں غیر مسلموں کے بارے میں لکھا ہے کہ ایک غیر مسلم وزیر تنفیذ ہو سکتا ہے لیکن وزیر تفویض نہیں جس طرح ان دونوں عہدوں کے اختیارات میں فرق ہے اسی طرح ان کی شرائط میں بھی فرق ہے، یہ فرق ان چار صورتوں سے ظاہر ہوتا ہے۔پہلا یہ کہ وزیر تفویض احکام نافذ کر سکتا ہے اور فوجداری مقدمات کا فیصلہ کر سکتا ہے، یہ اختیارات وزیر تنفیذ کو حاصل نہیں۔دوسرے یہ کہ وزیر تفویض کو سرکاری عہدیدار مقرر کرنے کا اختیار حاصل ہے لیکن وزیر تنفیذ ایسا نہیں کر سکتا۔تیسرے یہ کہ وزیر تفویض تمام فوجی اور جنگی انتظامات خود کر سکتا ہے لیکن وزیر تنفیذ ایسا نہیں کر سکتا۔چوتھے یہ کہ وزیر تفویض کو خزانہ پر اختیار حاصل ہے، وہ سرکاری مطالبہ وصول کر سکتا ہے اور جو کچھ سرکار پر واجب الادا ہو اسے ادا کر سکتا ہے، جبکہ وزیر تنفیذ کو یہ حق حاصل نہیں۔ان چار شرطوں کے علاوہ اور کوئی ایسی بات نہیں جو ذمیوں کو اس منصب پر فائز ہونے سے روک سکے۔[13] جہاں تک وزیر تنفیذ کا تعلق ہے الماوردی کے مطابق اس کے اختیارات بہت محدود نوعیت کے ہیں اور اس کے تقرر کی شرائط بھی نسبتاً آسان تر ہیں۔یہ وزیر دراصل عوام اور حکومت کے درمیان ایک وسیع رابطہ ہوتا ہے۔اس کے تقرر کا اصل مقصد یہ ہے کہ جو احکامات حکومت کی طرف سے جاری ہوں انہیں حکومت سے لے کر عوام تک پہنچائے اور عوام سے ان کی تعمیل کرائے۔اس کا کام ہدایات کی تعمیل ہے، ہدایت نہیں۔دوسرے عہدہ داروں کے تقرر، فوجوں کی تیاری اور واقعات حاضرہ سے امام وقت کو مطلع کرتا رہے۔حکومت کے مختلف دیوانوں کے لیے سرکاری خزانہ سے معقول رقوم نکلوا کر متعلقہ دیوان کے سربراہ کے حوالہ کرے وزیر تنفیذ کی سبکدوشی سے باقی وزراء بدستور اپنے عہدوں پر قائم رہتے ہیں لیکن وزیر تفویض کے سبکدوش ہو جانے پر حکومت سے وابستہ تمام وزراء تنفیذ اپنے عہدوں سے خود بخود سبکدوش ہو جاتے ہیں۔[14]

اس بارے میں ڈاکٹر محمود احمد غازی کا موٴقف یہ ہے کہ دور نبوی ﷺ میں ایسی ذمہ داریاں جو ریاست کے تزویراتی مفادات (Strategic Interests) یاشریعت کی فہم و تعبیر سے متعلق ہیں وہاں غیر مسلم کو مقرر نہیں کیاجاتا تھالیکن جو فنی مہارت کے کام ہیں وہاں غیر مسلموں سے بھی کام لیاجاتا تھا۔[15] ڈاکٹر حسن ابراہیم حسن مصری اس بارے میں لکھتے ہیں کہ وزارت عظمیٰ کے عہدے پر ذمی (غیر مسلم) کا تقرر جائز نہیں کیونکہ وزارت عظمیٰ کے لیے "امامت" کی شرائط لازمی ہیں۔[16]

شارح بخاری ابن بطال (م ۴۴۹ھ) کے حوالہ سے نقل کیا جاتا ہے: الفقھاء یجیزون استیجارھم عند الضرورۃ وغیرھا[17]

(علمائے اسلام نے غیر مسلم لوگوں کی خدمات سے معاوضہ دے کر کام لینے کی عام اجازت دی ہے، خواہ ضرورت ہو یا نہ ہو۔)

یعنی اس کام کے انجام دینے کے لیے مسلمان آدمی مل رہا ہو یا نہ مل رہا ہو، مسلمانوں کو اجازت ہے کہ غیر مسلم افراد سے ان کی خدمات حاصل کر سکتے ہیں۔ نظام الملک[18]، ابن تیمیہ[19]، اور دوسرے مسلمان سیاسی مفکرین نے بھی انہی خیالات کا اظہار کیا ہے۔[20] اس اصول کے تحت ایک اسلامی ملک میں مسلمانوں کو درج ذیل سیاسی حقوق حاصل ہوں گے:

۱۔ صدر اور وزیر اعظم لازماً مسلمان ہوں گے۔

۲۔ ان کا چناؤ مسلمان ووٹوں کے ذریعہ سے کریں گے۔

۳۔ قرآن پاک میں چونکہ {اولی الامر} کے ساتھ {منکم} کی شرط بھی عائد کی گئی ہے اس لیے تمام کلیدی مناصب مسلمانوں کے لیے مخصوص ہوں گے تاکہ وہ اسلامی اصولوں کے مطابق ملک پالیسیاں بنا سکیں اور صاحب امر ہونے کی حیثیت سے انہیں مسلمانوں کے تعاون سے نافذ کر سکیں۔ اس اصول کے مطابق مسلم ملک کے چیف جسٹس، وزیر قانون، کمانڈر انچیف، وزیر دفاع، وزیر خزانہ اور اسی اہمیت کے دوسرے عہدیدار مسلمانوں میں سے مقرر کیے جائیں گے۔

۴۔ قرآن کریم میں چونکہ شوریٰ کے لیے بھی {بینھم} کی شرط عائد کی گئی ہے {وَاَمْرُھُمْ شُوْرٰی بَیْنَھُمْ}[21] لہٰذا مجلس شوریٰ یا پارلیمنٹ کے عام ارکان بھی مسلمانوں سے منتخب کیے جائیں گے۔ یہ چونکہ اسلامی مملکت کا مرکزی اور ایک اہم پالیسی ساز ادارہ ہے اس میں ریاست کے تمام معاملات قرآن وسنت کی روشنی میں طے پائیں گے۔ اس لیے یہاں وہی لوگ مشورہ دینے کا حق رکھتے ہیں جو قرآن وسنت پر ایمان رکھتے ہوں اور مسائل حل کرنے کی صلاحیت رکھتے ہوں۔ ان حقوق کے علاوہ اور کوئی حق ایسا نہیں ہے جس میں مسلم اور غیر مسلم کے درمیان کوئی فرق رکھا گیا ہو۔

غیر مسلموں کے سلسلہ میں ایک اہم مسئلہ یہ ہے کہ انہیں عہد جدید کی اسلامی ریاست میں نمائندگی کس طرح دی جائے۔ جہاں تک بلدیات (local bodies) کا تعلق ہے ان میں غیر مسلموں کو نمائندگی کے پورے حقوق دیئے جا سکتے ہیں البتہ مرکزی اور صوبائی مجالس شوریٰ یعنی اسمبلیوں میں ان کی نمائندگی کا مسئلہ پیچیدہ ہے اس کے لیے دو صورتیں اختیار کی جاسکتی ہیں:

۱۔ جداگانہ انتخاب کی بنیاد پر غیر مسلموں کو تناسب آبادی کے لحاظ سے نمائندگی دی جائے اور جن اُمور میں خود اسلام نے انہیں آزادی عمل عطا کی ہے ان سے متعلق قانون سازی میں وہ اپنی تجاویز پیش کرنے میں قطعی آزاد ہوں گے۔

۲۔ غیر مسلموں کے لیے ایک الگ نمائندہ ادارہ بنا دیا جائے جہاں وہ اپنے مسائل اپنی مرضی کے مطابق حل کر سکیں اور حکومت ان کی سفارشات کو روبعمل لانے میں ان کی مدد کرے۔ وہ اپنے شخصی معاملات کی حد تک قانون بنانے یا مروجہ قوانین میں ترمیم واصلاح کرنے کے مجاز ہوں اور ان کی تجاویز پارلیمنٹ کی منظوری سے قانون کی صورت میں نافذ ہو سکیں۔ وہ انتظامی امور اور پارلیمنٹ کے فیصلوں سے متعلق اپنی تجاویز، شکایات اور سفارشات آزادی کے ساتھ پیش کر سکیں اور حکومت ان کی شکایات کو دور کرے۔

خلاصہ بحث

زیر نظر معاملہ میں حالات کے مطابق کوئی بھی مناسب صورت اختیار کی جاسکتی ہے۔ اسلام اپنے دائرہ نفاذ میں رہنے والے غیر مسلموں کو ہر ممکن تحفظ فراہم کرتا ہے۔ ان کے ساتھ حسن سلوک پر زور دیتا ہے تاہم وہ انہیں ایسے مناصب سے الگ رکھتا ہے جن کا تعلق شریعت کی تعبیر و تشریح اس کی روشنی میں پالیسیوں، قوانین کی تشکیل اور ان کے نفاذ کے لیے قیادت ورہنمائی سے ہو۔ کیونکہ اسلامی حکومت ایک اصولی حکومت ہے اس لیے وہ اپنی کلیدی آسامیاں جن کا تعلق " پالیسی کے تعین" سے ہے انہی لوگوں کے سپرد کرتی ہے جو ان اصولوں پر ایمان رکھتے ہوں جن پر اسلامی حکومت کی تشکیل ہوئی ہے۔ جیسا کہ کسی اشتراکی حکومت کے لیے یہ ناممکن ہے کہ وہ اپنی وزارت خارجہ یا وزارت داخلہ کے اُمور کسی ایسے فرد کے حوالہ کر دیں جو اشتراکیت کا مخالف ہو یا اس پر یقین نہ رکھتا ہو۔ اسی طرح مسلم حکومت کے لیے بھی یہ ناممکن ہے کہ وہ اپنے کسی ایسے عہدے کو جس کا تعلق حکومت کی پالیسی کے تعین سے ہے، کسی ایسے فرد کے سپُرد کر دے جو اسلامی اصولوں کی حقانیت پر ایمان نہیں رکھتا۔ دنیا کی کوئی حکومت جو کسی خاص اصول اور نظریہ پر مبنی ہو وہ ایسا نہیں کر سکتی اور نہ ہی اس سے ایسا مطالبہ کرنا جائز ہو گا۔ اس کے علاوہ ایک مسلم اور غیر مسلم میں جو فرق بھی ہو گا وہ صرف مسلم اور غیر مسلم ہونے کی بنا پر نہیں بلکہ قابلیت، حسن کارکردگی اور اعتماد کی بنیاد پر ہو گا۔

حوالہ جات وحواشی

۔[1] القرآن،آل عمران۳:۱۱۸

۔[2] طبری، محمد بن جریر،ابوجعفر، جامع البیان عن تاویل القرآن (بیروت، لبنان: دار المعرفۃ للطباعۃ والنشر، ۱۹۸۰)، ۱۳۸/۷

۔[3] ابو نصر اسماعیل بن حماد الجوھری (طبع مصر) ، تاج اللغۃ وصحاح العربیہ ۲: ۳۵۳.

۔[4] راغب اصفہانی: مفردات القران، (لاہور، اہل حدیث اکادمی، 1971)، مادہ بطن

۔[5] القرآن، الممتحنۃ ۶۰: ۸،۹

۔[6] باقری، حسین بن محمد دیار (م367ھ)، قاضی: التاریخ الخمیس فی احوال النفس النفیس (قاھرہ، دار الکتب، ۱۹۸۵) ۳۲۵/۱

۔[7] آپ (۷۵۰-۸۰۴) فقہ میں امام ابو حنیفہ (م ۱۵۰ھ) کے مشہور شاگرد ہیں۔ حنفی مسلک کی اشاعت کا سہرا امام ابو یوسف (م ۱۸۲ھ) اور امام محمد بن حسن شیبانی کے سر جاتا ہے۔(اردو دائرہ معارف اسلامیہ، لاہور، دانش گاہ پنجاب، 1985، 843/11)

۔[8] ابن عابدین، محمد امین بن عمر بن عبدالعزیز (م1306ھ): ردالمحتار علی الدر المختار شرح تنویر الابصار، کراچی، س۔ن، ۵۰/۱

۔[9] جب رسول اللہ مکہ سے مدینہ ہجرت کرنے لگے تھے تو راستہ کی راہنمائی کے لیے بنوالدیل (قبیلہ) کے ایک آدمی عبداللہ بن اریقط کی خدمات اجرت پر حاصل کیں جو کافر تھا۔ اس نے جاہلیت کے طریقہ کے مطابق قسم کھائی (عہد جاہلیت میں ہاتھ کو خون یا زعفرانی رنگ یا اسی قسم کی کسی چیز میں ملوث کر کے قسم پکی کی جاتی تھی۔) کہ وہ اس سفر کے بارے میں کسی کو نہیں بتائے گا اس پر حضور ﷺ اور حضرت ابو بکر نے اعتماد کرتے ہوئے اپنی اونٹنیاں اس کے حوالے کر دیں اور تین دن بعد جب مکہ میں آپ کی تلاش کا ہنگامہ ٹھنڈا پڑ گیا تو وہ اونٹنیاں لے کر غار ثور کے پاس پہنچا اور آپ دونوں کو لے کر مدینہ پہنچا۔(بخاری، محمد بن اسماعیل: الجامع الصحیح، کراچی، قدیمی کتب خانہ بالمقابل آرام باغ، کتاب مناقب الانصار، باب ہجرۃ النبی والصحابہ الی المدینہ)

۔[10] ۲ھ میں جب غزوہ بدر میں مسلمانوں کو فتح ہوئی تو مکّہ والوں نے ایک وفد دوبارہ حبشہ بھیجا اور چاہا کہ وہاں جو مسلمان مہاجرین رہ رہے ہیں انہیں نئے نجاشی سے کسی طرح واپس حاصل کر لیں اور انہیں پہلے کی طرح تکالیف پہنچائیں۔

جب اس بات کی خبر حضور ﷺ کو ہوئی تو آپ نے عمرو بن امیہ ضمری کو اپنا سفیر بنا کر نجاشی کے پاس بھیجا تاکہ وہ مسلمانوں کی سفارش کرے اور ان کی حفاظت کے لیے اسے آمادہ کرے۔ حالانکہ عمرو بن امیہ ضمری اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے۔ (حمید اللہ، ڈاکٹر: خطبات بہاولپور، بہاولپور، اسلامیہ یونیورسٹی، ۱۹۸۱، ص ۳۱۲)

11۔ محمود احمد غازی: محاضرات سیرت، ص ۳۵۱

12۔ الماوردی (974-1085) اپنے دور کے ممتاز فقیہ، ماہر نظام سیاست و حکومت اور عالم دین تھے۔ بہت سی کتب کے مصنف تھے لیکن زیادہ شہرت الاحکام السلطانیہ لکھ کر پائی۔ اس کتاب میں اسلامی نظریہ سیاست و حکومت پر بحث کی ہے لیکن زیادہ تر اصول حکومت و نظم و نسق کے بارے میں لکھا ہے۔ مسلم تاریخ میں نظریہ سیاست پر یہ سب سے پہلی کوشش ہے۔ (اردو دائرہ معارف اسلامیہ، 18/ 417)

13۔ الماوردی، ابو الحسن علی بن محمد بن حبیب البصری البغدادی: االاحکام السطانیہ، لاہور، ادارہ اسلامیات، ۱۹۸۸، ص ۱۰۵

14۔ ایضاً، ص ۵۱

15۔ محمود احمد غازی: محاضرات سیرت، ص ۳۵۱

16۔ حسن ابراہیم حسن، ڈاکٹر: مسلمانوں کا نظام مملکت (مترجم محمد علیم اللہ صدیقی)، دہلی، مطبوعہ ندوۃ المصنفین، 1947، ص ۱۵۷

17۔ سلیمان ندوی، آرٹیکل مسلمانوں کی حکومت میں غیر مسلم اقوام، (معارف نمبر ۵، نومبر ۱۹۵۰) ۶۶/۳۴۰ بحوالہ حاشیہ بخاری

18۔ نظام الملک طوسی (م ۴۸۵ھ) ایران کے سلجوق فرمانروا سلطان الپ ارسلان کا مشہور وزیر (۱۰۹۲-۱۰۱۷) تھا۔ ۱۰۶۷ء میں بغداد میں مدرسہ نظامیہ قائم کیا جو اسلامی درس گاہ کے طور پر شہرت کا حامل ہوا۔ ملک شاہ کے بیس سالہ عہد حکومت میں سلجوقی طاقت اس کے ہاتھ میں رہی اس کی تجویز پر ۱۰۷۴ء میں ہئیت دانوں کی کانفرنس طلب کی گئی اور انہیں ایرانی کیلنڈروں کی اصلاح کی دعوت دی گئی اور "جلالی کیلنڈر" رائج کیا جو انہی کے ایک بادشاہ جلال الدین ابو الفتوم ملک شاہ کے نام پر تھا۔ عمر کے آخری حصہ میں وزارت سے برطرف ہوا۔ ۱۰۹۲ء میں حسن بن صباح کے ایک فدائی کے ہاتھوں شہید ہوا۔ اس کی تصنیف "سیاست نامہ" بہت مشہور ہے۔ (سید قاسم محمود: شاہکار اسلامی انسائیکلو پیڈیا، لاہور، الفیصل ناشران و تاجران کتب اردو بازار، 2005، ۱۵۴۹/۲)

19۔ تقی الدین ابو االعباس احمد بن عبد الحلیم بن عبد السلام بن تیمیہ (م ۷۲۸ھ)، ان کی تالیفات کی مجموعی تعداد کم و بیش پانچ سو جلدوں تک جا پہنچتی ہے۔ آٹھویں صدی کے مشہور حنبلی فقہاء میں سے تھے۔ (سید قاسم محمود: شاہکار اسلامی انسائیکلوپیڈیا، ۱۴۹/۱)

[20]۔ محمد صلاح الدین: بنیادی حقوق، لاہور، ادارہ ترجمان القرآن، ۱۹۷۸، ص ۳۱۸

[21]۔ القرآن، الشوریٰ ۴۲: ۳۸